بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(احادیثِ سکتتین پر اعتراضات اور اُن کے جوابات)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی :	اللہ تبارک وتعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی :	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی :	اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دُنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی :	ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔ تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلسلۂ اشاعت ۱۲۲ شوال ۱۴۱۴ھ

امام کے دو سکتے

(احادیثِ سکتتین پر اعتراضات اور ان کے جوابات)

① حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں :۔

انہ کان یسکت سکتتین اذا افتتح الصلوٰۃ واذا فرغ من القراءۃ کلھا (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السکتۃ عند الافتتاح جلد اوّل ص۱۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کیا کرتے تھے : (ایک) جب آپ نماز شروع کرتے اور (دوسرا) جب آپ پوری قرأت سے فارغ ہوتے۔

اعتراض نمبر۱ اس حدیث کو امام حسن بصری نے حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت کیا ہے۔ امام حسن بصری کا حضرت سمرہؓ سے سننا ثابت نہیں لہذا اس حدیث کی سند منقطع ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب ۱) امام حسن بصری نے حضرت سمرہؓ سے یقیناً سنا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں :۔

وحدیث سمرۃؓ لا یتوھم متوھم ان الحسن لم یسمع من سمرۃؓ فانہ قد سمع منہ (المستدرک جزء اول ص۲۱۵)

حدیث سمرہؓ کے متعلق کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ حسن (بصری) نے حضرت سمرہؓ سے نہیں سنا اس لئے کہ حسن نے سمرہؓ سے یقیناً سنا ہے۔

۲) امام ابوداؤد فرماتے ہیں :۔

ودلت ھذہ الصحیفۃ علی ان

یہ صحیفہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ

الحسن سمع من سمرۃؓ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشھد فی الصلوٰۃ جزء اوّل ص۱۴۷) — حسن (بصری) نے حضرت سمرہؓ سے سنا ہے۔

۳) امام بخاری نے حسن عن سمرہؓ کی حدیث سے حجت لی ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں :۔

قد احتج البخاری بالحسن عن سمرۃؓ (المستدرک جزء ۲ ص۳۵) — امام بخاری نے حسن عن سمرہؓ سے حجت لی ہے۔

۴) امام علی بن مدینی فرماتے ہیں :۔

سماع الحسن عن سمرۃؓ صحیح (ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ الوسطیٰ انھا العصر جزء اول ص۶۰) — حسن کا سمرہؓ سے سننا صحیح ہے۔

۵) امام شوکانی فرماتے ہیں :۔

فقد صحح الترمذی حدیث الحسن عن سمرۃ فی مواضع من سننہ (نیل الاوطار جزء ۲ ص۲۰) — امام ترمذی نے اپنی سنن میں کئی جگہ حسن عن سمرہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۶) امام ترمذی فرماتے ہیں :۔

وسماع الحسن عن سمرۃ صحیح (ترمذی کتاب البیوع باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ۔ جزء اوّل ص۳۸۵) — حسن (بصری) کا حضرت سمرۃؓ سے سننا صحیح ہے۔

۷) امام بیہقی حسن عن سمرۃؓ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں :۔

ھذا اسناد صحیح (بیہقی کتاب البیوع باب بیع اللحم بالحیوان جزء ۵ ص۲۹۶) — یہ اسناد صحیح ہے۔

۸) امام حاکم حسن عن سمرہؓ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں :۔

هٰذا حديث صحيح الاسناد — یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(حاکم کتاب البیوع باب نھی عن بیع الشاۃ باللحم ۲/۳۵)

امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی ہے۔

۹) حبیب بن الشہید فرماتے ہیں :۔

امرنی ابن سیرین ان اسأل الحسن ممن سمع حديث العقيقة فسألته- فقال من سمرة بن جندب

(صحیح بخاری کتاب العقیقۃ باب اماطۃ الاذیٰ عن الصبیؐ فی العقیقۃ جزء ۷ صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰)

مجھے امام ابن سیرین نے حکم دیا کہ میں امام حسن (بصری) سے پوچھوں کہ انہوں نے عقیقہ کی حدیث کس سے سنی ہے۔ امام حسن (بصری) نے فرمایا: (میں نے) (حضرت) سمرۃؓ بن جندب سے (سنی ہے)۔

مندرجہ بالا حوالہ جات اور امام حسن بصری کے مندرجہ بالا قول سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ انہوں نے حضرت سمرہ بن جندبؓ سے سنا ہے۔

لہذا حسن کا حضرت سمرہؓ سے نہ سننے کا اعتراض کالعدم ہے۔

اعتراض ۲ امام حسن بصری مدلّس ہیں اور مدلس جب عَنْ سے روایت کرے تو اس کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب مدلّس وہ ہوتا ہے جو تدلیس کرے۔ تدلیس کے معنٰی ہیں "اپنے سامان کے عیب کو چھپانا"۔ اپنے سامان کے عیب کو چھپا کر بیچنا خریدار کو دھوکا دینا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اصولِ حدیث میں حدیث کے عیب کو چھپانا "تدلیس" کہلاتا ہے۔ کسی حدیث کے عیب کو چھپا کر اس حدیث کو صحیح باور کرانا پوری امت کو دھوکا دینا ہے اور جو چیز شریعت میں نہ ہو اُسے شریعت میں شامل کرنا ہے۔ کیا یہ کام اچھا ہو سکتا ہے؟ کیا

یہ شریعت سازی نہیں ہے؟ کیا یہ دھوکا اور فریب نہیں ہے؟ کیا کوئی شخص ایسے نازیبا افعال کرکے بھی امام ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص شرک فی التشریع کرکے بھی امامت کے درجہ پر فائز ہو سکتا ہے؟ ایسا شخص تو کذّاب اور دھوکے باز ہو سکتا ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں :

تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے (علوم الحدیث مصنفہ ڈاکٹر صبحی صالح مترجم اردو صفحہ ۲۲۰ بحوالہ الباعث الحثیث صفحہ ۵۸)

امام عبدالرزاق پر جب تدلیس کا الزام لگایا گیا تو کعبہ (کے پردہ) سے لٹک کر کہنے لگے "اے میرے ربّ، مجھے کیا ہوا؟ کیا میں کذّاب ہوں؟ کیا میں مدلّس ہوں" (طبقات المدلسین لابن حجر صفحہ ۴۴)

امام شعبہ فرماتے ہیں :۔

میں تدلیس کا مرتکب ہونے کی نسبت زنا کاری کو ترجیح دیتا ہوں (علوم الحدیث مؤلفہ ڈاکٹر صبحی صالح مترجم اردو صفحہ ۲۲ بحوالہ التوضیح ۱/۳۶۶)

امام شعبہ نے کتنی صحیح بات کہی ہے۔ تدلیس شرک فی الشریعت ہے اور شرک یقیناً زنا سے بھی بدتر ہے۔

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں :۔

جو راوی ایک دفعہ بھی تدلیس کا ارتکاب کرتا تو امام شافعی اس کی روایت کو رد کر دیتے (علوم الحدیث مترجم اردو صفحہ ۲۲ بحوالہ اختصار علوم الحدیث صفحہ ۵۵)

علماء پر تعجب ہے کہ امام حسن بصری بارہا تدلیس کرتے رہے اور وہ ان کی بیان کردہ حدیث کو محض اس لئے کہ انہوں نے حدثنا کہدیا صحیح مانتے رہے اور قبول کرتے رہے۔ امام شافعی کی طرح رد نہیں کیا۔

امام حسن بصریؒ بقول علماء باربار تدلیس کرکے امّت مسلمہ کو دھوکا دیتے رہے تو کیا ایسی صورت میں ان کو امام کہا جا سکتا ہے؟

تدلیس کی تہمت کی لغویت | امام حسن بصری کو مدلّس کہنے والے امام ابن

حبان ہیں جو امام حسن بصری کی وفات کے صدیوں بعد پیدا ہوئے لہذا تدلیس کا الزام لغو اور لایعنی ہے۔ مزید برآں تدلیس کا فن ویسے ہی لغو اور لایعنی ہے (دیکھئے "اصولِ حدیث" شائع کردہ جماعت المسلمین) لہذا امام حسن بصری کو مدلّس کہنا بھی لغو اور لایعنی ہے۔ جب فن ہی غلط تو اس کی بنیاد پر جو بات کہی جائے وہ غلط ہی ہوگی۔

امام حسن بصریؒ کا مقام امام حسن بصری حضرت عمرؓ کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کی ایک کثیر جماعت سے ملاقات کی اور ان سے حدیثیں روایت کیں۔ امام سلیمان التیمی کہتے ہیں: "الحسن شیخ اھل البصرۃ" حسن اہل بصرہ کے شیخ ہیں۔ امام شعبی نے عاصم سے کہا: جب تم بصرہ جاؤ تو حسن کو میرا اسلام کہنا۔ عاصم نے کہا: میں نہیں پہچانتا نہیں۔ امام شعبی نے کہا: جو شخص تمہیں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بارعب نظر آئے اس کو میرا اسلام کہنا۔ عاصم جب بصرہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے حسن بصری کو دیکھا۔ لوگ ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ عاصم ان کے پاس گئے اور سلام کیا۔ امام قتادہ کہتے ہیں جس فقیہ کے پاس بھی میں بیٹھا میں نے حسن کو اس سے افضل پایا۔ امام ایوب کہتے ہیں: میری آنکھوں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حسن سے زیادہ فقیہ ہو۔ امام بکر المزنی کہتے ہیں: جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم کو دیکھے تو وہ حسن کو دیکھے۔ امام غالب القطان کہتے ہیں ہم نے واقعی ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ امام یونس بن عبید کہتے ہیں کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو حسن کو دیکھے، ان کا کلام سنے اور ان کے عمل کو دیکھے اور اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ امام یونس بن عبید اور امام حمید الطویل کہتے ہیں: ہم نے (بہت سے) فقہاء کو دیکھا لیکن حسن سے زیادہ بامروّت ہم نے کسی کو نہیں دیکھا (مروّت اُن آداب نفسانیہ کو کہتے ہیں جو انسان کو اخلاق حسنہ اور آداب جمیلہ پر برانگیختہ کریں۔ مصباح اللغات ص۸۱۳) حجاج بن ارطات کہتے ہیں میں نے امام عطاء بن ابی رباح سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تم حسن کو لازم

پکڑو۔ وہ اتنے بڑے عالی مرتبت امام ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے۔ امام ربیع بن انس کہتے ہیں: میں حسن کے پاس دس سال آتا جاتا رہا، ہر دن میں ان سے ایسی بات سنتا تھا جو پہلے کبھی سنی نہیں ہوتی تھی۔ امام اعمش کہتے ہیں:۔ حسن حکمت جمع کرنے سے کبھی باز نہیں رہے یہانتک کہ اُسے بیان بھی کر دیا۔ حضرت حسینؓ کے پوتے حضرت امام محمد باقر ابوجعفر الصادق کے پاس جب حسن کا ذکر آتا تو کہتے: یہ ایسا شخص ہے کہ اس کا کلام انبیاء کے کلام کے مشابہ ہے۔ محمد بن سعد کہتے ہیں: حسن جامع، عالم، بلند مرتبہ، فقیہ، مامون، عابد، زاہد، کثیر العلم، فصیح اور حسین وجمیل تھے۔ جب امام محمد بن سیرین کو امام حسن بصری کی وفات کی خبر سنائی گئی تو ان کے چہرہ کی رنگت بدل گئی، بات بند کر دی (تہذیب التہذیب جلد ۲ صـ ۲۶۴ تا صـ ۲۶۶)

امام ابواسحٰق الھمدانی فرماتے ہیں: حسن بصری صحابہ کے مشابہ تھے (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزھد ۱۴/۲۷ ۔ سندہ صحیح)

امام یونس اور امام حمید فرماتے ہیں: ہم نے بہت سے فقہاء کو دیکھا لیکن حسن سے زیادہ جامع کسی کو نہیں دیکھا (مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الزھد ۱۴/۲۷ سندہ صحیح)

امام حمید فرماتے ہیں:۔ میں نے حسن سے بہتر خطیب نہیں دیکھا (صحیح ابی داؤد للالبانی کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ جزء ۳، صـ ۸۷۴ حدیث نمبر ۳۸۶۲ - ۴۶۱۴ ۔ سندہ صحیح)

البانی صاحب بھی امام حسن بصری کی قدر و منزلت کے معترف ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

هو على جلالة قدره مدلس (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۲/۲۴)

امام حسن بصری جلیل القدر ہونے کے باوجود مدلس ہیں۔ (یعنی جلیل القدر بھی ہیں اور دھوکے باز بھی۔ افسوس البانی صاحب پر)۔

مورق العجلی کہتے ہیں مجھ سے ابوقتادہ العدوی نے کہا: اے مورق اس شیخ سے (یعنی حسن) سے چمٹے رہو اور ان سے علم حاصل کرو اس لئے کہ اللہ کی قسم میں نے

کوئی آدمی نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ (حضرت) عمرؓ کے مشابہ ہو (التاریخ الکبیر للامام البخاری ۲/۲۹۰)۔

بلال کہتے ہیں: میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ غیر صحابی میں کوئی ایک آدمی بھی میں نے ایسا نہیں دیکھا جو حسن سے زیادہ صحابہ سے مشابہت رکھتا ہو (التاریخ الکبیر ۲/۲۹۰)۔

مطر الوراق کہتے ہیں جب حسن ظاہر ہوں (تو یہ سمجھو کہ) ایک (ایسا) آدمی آیا جو آخرت میں تھا اور جو کچھ اس نے (وہاں) دیکھا اس کی خبر دے رہا ہے (التاریخ الکبیر ۲/۲۹۰)۔

حسن نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ بڑے ہوئے تو جہاد اور علم و عمل سے چمٹے رہے۔ وہ مشہور بہادروں میں سے ایک تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں: وہ حافظ تھے، علم کے سمندروں میں سے علامہ تھے، نفس کے فقیہ، کبیر الشان اور (اپنے زمانہ میں) عدیم النظیر تھے۔ ان کی نصیحت میں ملاحت، موعظت میں بلاغت تھی وہ انواع الخیر میں رئیس تھے (تذکرۃ الحفاظ جزء اول ص۷۱ و ۷۲)

سوال کیا جو شخص اتنا جلیل القدر امام ہو وہ مدلس یعنی کذاب ہو سکتا ہے۔ علماء نے بیسیوں محدثین کو دوشالے میں لپیٹ کر کذاب کہا اور کہلوایا افسوس!!!

امام بخاری اور سکتتین کی حدیث امام بخاری فرماتے ہیں:۔

ثنا مسدد ...... عن الحسن قال تذاكر سمرة وعمران ان فحدث سمرة انه حفظ عن النبي صلى الله عليه وسلم سكتتين سكتة اذا كبر وسكتة اذا فرغ من قراءته۔ (جزء القراءة خلف الامام للامام البخاری ص۶۳)	حسن (بصری) فرماتے ہیں حضرت سمرہؓ اور حضرت عمرانؓ نے مذاکرہ کیا حضرت سمرہؓ نے فرمایا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سکتے (اچھی طرح) یاد ہیں: ایک تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک قرأت سے فارغ ہونے کے بعد۔

امام بخاری اس حدیث سے حجت لے رہے ہیں اور اسے صحیح سمجھ رہے ہیں. کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

امام بیہقی اور سکتتین کی حدیث

امام بیہقی فرماتے ہیں :۔

حدیث السکتتین اثبت من کل حدیث یحتج بہ من یقول بترک القراءۃ خلف الامام فی جمیع الصلوات عند اھل المعرفۃ بالحدیث وذھب الی ھذا المذھب فی الجمع بین الانصات عند قراءۃ الامام و قراءۃ الفاتحۃ عند سکوت الامام من سمیناھم فی الجزء قبلہ من الصحابۃ و التابعین ومن بعدھم (کتاب القراءۃ خلف الامام للامام البیہقی ص۸۵)

علم حدیث میں معرفت رکھنے والوں کے نزدیک سکتتین کی حدیث ہر اس حدیث سے زیادہ ثابت ہے جس سے وہ لوگ حجت لیتے ہیں جو تمام نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے قائل ہیں اور یہی عمل ہے صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء کا جن کا ذکر اس جزء میں ہم پہلے کر چکے ہیں اور جو امام کی قرأت کے وقت سکوت اور امام کے سکوت کے وقت سورۂ فاتحہ کی قرأت (کے احکام) میں (تطبیق دے کر دونوں کو) جمع کرنے کے قائل ہیں۔

حضرت سمرہ رضؓ دو سکتے کرتے تھے

عن الحسن قال کان سمرۃ اذا کبر سکت ھنیئۃ و اذا فرغ من السورۃ سکت ھنیئۃ (کتاب القراءۃ للامام البیہقی ص۸۶ سندہ صحیح)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں حضرت سمرہ رضؓ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو کچھ دیر سکتہ کرتے اور جب سورت سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر سکتہ کرتے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضؓ سال میں چھ مہینے بصرہ میں رہا کرتے تھے (اسد الغابہ ج۲ ص۳۵۴)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ امام حسن بصری بھی بصرہ میں مقیم تھے اور یہ ناممکن ہے کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سمرہ رضؓ

بن جندبؓ کے پیچھے نماز نہ پڑھتے ہوں لہذا انقطاع کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور حدیث بسکتتین بالکل صحیح ہے۔

امام بخاری، امام مسلم وغیرہ امام حسن بصری کو مدلّس نہیں مانتے

امام بخاری امام حسن بصری کو مدلس نہیں مانتے اور ان سے بغیر تحدیث کے روایت کرتے ہیں۔ بطور مثال ایک حدیث مع سند درج ذیل ہے :۔

حدثنا ابو نُعیم عن ھشام عن قتادۃ عن الحسن عن ابی رافع عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس بین شعبھا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل (صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا التقی الختانان جزء اوّل صہ۸)

اس حدیث سے امام بخاری نے حجت لی ہے باوجود اس کے کہ اس میں امام حسن بصری کا عنعنہ موجود ہے گویا امام بخاری نے امام حسن بصری کو مدلّس نہیں مانا۔ اگر مدلّس مانتے تو ان کی تحدیث ثابت کرتے جس طرح قتادہ کی تحدیث ثابت کی۔ امام بخاری اسی حدیث کی ضمن میں لکھتے ہیں :۔

وقال موسی حدثنا ابان قال حدثنا قتادہ اخبرنا الحسن مثلہ۔

امام بخاری نے قتادہ کی تحدیث بلفظ "اخبرنا" سے ثابت کی اور تدلیس کے شبہ کو ختم کر دیا لیکن امام حسن بصری کے سلسلہ میں ایسا نہیں کیا یعنی ان کو مدلّس نہیں مانا۔

امام مسلم بھی امام حسن بصری کو مدلس نہیں مانتے اور ان سے بغیر تحدیث کے روایت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک حدیث ذیل میں مع سند درج کی جارہی ہے :۔

حدثنا یحیٰی بن یحیٰی التمیمی اخبرنا ھشیم عن منصور عن الحسن عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی عن عبادۃ بن الصامتؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد

جعل اللہ لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة والثيب بالثيب جلد مائة والرجم (صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزانی جلد ۲ ص۴۸)

امام مسلم نے اس حدیث سے حجت لی حالانکہ اس حدیث کی سند میں امام حسن بصری کا عنعنہ موجود ہے۔

ان دو اماموں کی مثال دینے کے بعد ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ دوسرے اماموں کی مثال پیش کریں۔

محدثین اور سکتے اہلِ حدیث یعنی اہلِ علم یعنی محدثین اسی چیز کے قائل ہیں کہ امام کے سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے۔

حضرت ابوسلمہ تابعی فرماتے ہیں :۔

للامام سكتتان فاغتنموا القراءة فيهما بفاتحة الكتاب (جزء القراءة للامام البخاری ص۶۲ وسندہ حسن)۔

امام کے دو سکتے ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کو لوٹ لیا کرو۔

البانی صاحب نے بھی اس روایت کو حسن لکھا ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ جلد ۲ ص۲۴ حدیث نمبر ۵۴۶)

امام ابوسلمہ نہ امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں اور نہ امام حسن بصری امام ابوسلمہ سے روایت کرتے ہیں پھر بھی امام ابوسلمہ کو دو سکتوں کی حدیث کا علم تھا اگر ایک دوسرے سے روایت کرتا ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ امام ابوسلمہ نے سکتتین کی حدیث امام حسن بصری ہی سے سنی ہوگی لیکن یہ بات نہیں تو پھر امام ابوسلمہ کو سکتوں کی حدیث براہ راست پہنچی تھی۔ الغرض یہ اثر امام حسن بصری کی دو سکتوں والی حدیث کی تائید کرتا ہے۔

امام عطاء تابعی فرماتے ہیں :۔

اذا كان الامام يجهر فليبادر

جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو

بقراءة ام القرآن او ليقرء بعد مايسكت فاذا قرء فلينصت كما قال الله عز وجل (جزء القراءة للامام البخاری ص۳۱ وسندہٗ صحیح)	(اس کے قرأت شروع کرنے سے پہلے) جلدی سے سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کرو یا بعد میں جب وہ سکتہ کرے تو پڑھ لیا کرو لیکن جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہا کرو جیسا کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ہے۔

امام عطاء نہ امام حسن بصری سے کوئی حدیث روایت کرتے ہیں اور نہ امام حسن بصری امام عطاء سے کوئی حدیث روایت کرتے ہیں یعنی امام عطاء کا دو سکتوں سے واقف ہونا براہ راست کسی اور طریقہ سے ہے لہذا یہ اثر بھی امام حسن بصری کی دو سکتوں والی حدیث کی تائید کرتا ہے۔

امام بخاری تحریر فرماتے ہیں :۔

نقول يقرأ خلف الامام عند السكتات (جزء القراءة للبخاری ص۱۱)	ہم کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے سکتات میں پڑھے۔

مندرجہ بالا اماموں ہی پر موقوف نہیں تمام محدثین کا یہی عمل ہے۔ امام ترمذی لکھتے ہیں :۔

واختار اصحاب الحديث ان لا يقرأ الرجل اذا جهر الامام بالقراءة قالوا يتبع سكتات الامام (ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی ترك القراءة خلف الامام جزء اول ص۱۰۱)	محدثین نے اختیار کیا ہے کہ جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی کچھ نہ پڑھے۔ محدثین کہتے ہیں کہ امام کے سکتات کی متابعت کرے (یعنی امام کے سکتات میں پڑھے)۔

الغرض تمام اہلحدیث یعنی تمام اہلِ علم یا محدثین امام کے سکتات کو صحیح مانتے ہیں لیکن آجکل کے لوگ جو بے علم ہونے ہوئے بھی اہلحدیث کہلاتے ہیں وہ کہتے ہیں

امام کے سکنات کا ثبوت نہیں لہذا نہ امام دو سکتے کرے اور نہ مقتدی سکتوں میں پڑھے۔ اب بتائیے اہلِ علم کی بات مانی جائے یا بے علم لوگوں کی۔ ہمارے متعلق تو وہ کہدیں گے کہ ہم علم نہیں رکھتے لیکن کیا وہ محدثین کو بھی بے علم مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک سکتتین کی حدیث پر عمل نہیں کیا لہذا عمل نہ کرنے کی کچھ تو معذرت کریں تاکہ حدیث پر عمل نہ کرنے کی ملامت سے بچ جائیں۔ الغرض انہوں نے امام حسن بصری کو مدلّس (یعنی کذّاب) کہہ کر عمل نہ کرنے کا حیلہ نکال لیا۔ افسوس امام حسن بصری جیسے امام کو جن سے امام بخاری، امام مسلم جیسے جلیل القدر امام روایت کرتے ہیں کذّاب تسلیم کیا گیا۔ انہیں غیرت نہیں آئی کہ جب امام حسن بصری اور ان جیسے بیسیوں امام کذّاب ٹھہرے تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم بلکہ پورے علم حدیث کی کیا حیثیت رہی۔ کذّاب نے اگر حدثنا کہدیا تو وہ صادق کیسے ہو گیا۔

سکتتین کی حدیث کو کس کس نے صحیح تسلیم کیا

(۱) امام بخاری اسے اپنی کتاب جزء القراءۃ میں لائے اور اس سے حجّت لی (۲) امام بیہقی نے اسے ثابت تسلیم کیا (۳) امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی وغیرہ امام حسن بصری کے عنعنہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں (۴) اہل حدیث یعنی محدثین نے سکتتین کی حدیث کو صحیح مانا اور اس پر اپنے عمل کی بنیاد رکھی (۵) امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی اور امام اسحٰق بھی سکتتین کے قائل ہیں (نیل الاوطار ۲/۲۰۱) (۶) امام حاکم نے اسے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا (۷) امام ذہبی نے امام حاکم کی موافقت کی (۸) امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا (۹) امام منذری نے اس پر سکوت کیا (۱۰) امام ترمذی نے اسے حسن کہا (۱۱) امام شوکانی نے اسے صحیح کہا (نیل الاوطار ۲/۲۰۰) (۱۲) علامہ احمد محمد شاکر نے ترمذی کی تعلیق میں اسے صحیح کہا۔ ان سب کی تصحیح یا تحسین کے مقابلہ میں علامہ البانی کی تضعیف کی کوئی حقیقت نہیں خصوصًا اس لئے کہ اس کو صحیح نہ کہنے پر وہ اپنے نظریہ کی خاطر مجبور ہیں۔ علامہ احمد محمد شاکر علامہ البانی کے پیش رو ہیں۔ انہوں

نے تحقیق کا دروازہ کھولا۔ وہ بہت بڑے محقق تھے۔ انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

علامہ البانی کی تضعیف کی حقیقت

علامہ البانی نے اس حدیث کو صرف اس لئے ضعیف کہا کہ اس کی سند میں حسن بصری مدلس ہیں۔ امام حسن بصری مدلس نہیں ہیں اور امام مدلس ہوتا بھی نہیں۔ فن تدلیس بالکل لغو فن ہے لہذا علامہ البانی کی تضعیف ہی بے بنیاد ہے۔ جب تدلیس ایک لغو فن ہے اور امام حسن بصری مدلس نہیں ہیں تو علامہ البانی کی تضعیف کی پوری عمارت دھڑام سے آگری۔

علامہ البانی کی تصحیح اور تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک ہی حدیث کو وہ کہیں ضعیف کہتے ہیں تو کسی دوسرے مقام پر اُسے صحیح کہدیتے ہیں۔ ان کے تناقضات کو حسن بن علی السقّاف نے دو جلدوں میں جمع کر دیا ہے۔ کتاب کا نام ہے "تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع فی تصحیح الاحادیث وتضعیفہا من اخطاء وغلطات" شائع کردہ دار الامام النووی الاردن/عمان ص ب ۹۲۵۳۹۳۔

البانی صاحب کا تو یہ حال ہے کہ وہ بالکل ضعیف حدیث کو صحیح کہدیتے ہیں اور جب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ علماء اسے تسلیم نہیں کریں گے تو معذرت خواہانہ انداز میں لکھ دیتے ہیں ھو عندی صحیح (یہ میرے نزدیک صحیح ہے)۔ بتائیے اب کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟

علامہ البانی حدیث سکتتین کی تضعیف کے کیوں قائل ہیں

البانی صاحب حدیثِ سکتتین کی تضعیف کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ جہری نماز میں مقتدی کی قرأت کو ناجائز کہتے ہیں (ان کی کتاب صفۃ الصلوٰۃ ملاحظہ فرمائیں)۔

اگر وہ حدیث سکتتین کو صحیح مان لیں تو پھر انہیں جہری نماز میں بھی مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی قرأت کو تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ وہ نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے خواہ حدیث کو جواب ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

علامہ البانی صاحب کی تضعیف پر جو لوگ نازاں ہیں تو کیا وہ اس مسئلہ میں علامہ

البانی کی تائید کرتے ہیں کہ جہری نماز میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔ اگر وہ اس مسئلہ میں البانی صاحب کو غلط سمجھتے ہیں تو دوسروں سے کیوں ان کی غلطی کو دلیل کی حیثیت سے منواتے ہیں۔ علّامہ البانی کی مبالغہ آمیز تعریف کر کے ان کو امام الجرح والتعدیل بنانے والے اور محقّق محدّث کہنے والے ان کے فتوے کو تسلیم کیوں نہیں کرتے اور امام کے پیچھے جہری نماز میں قرأت کو ناجائز کیوں نہیں کہتے۔ علّامہ البانی کی تحقیق کے مطابق مقتدی کا جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت کرنا منسوخ ہو چکا ہے تو ان کی تحقیق پر ناز کرنے والے ان کی تحقیق کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔

علّامہ البانی نے بھی امام حسن بصری کے عنعنہ کو حسن مان لیا

علّامہ البانی حسن بصری کے عنعنہ کو ہر جگہ ضعیف نہیں مانتے مثلاً ابوداؤد کتاب الطهارة باب فی رخصة فی ترك الغسل یوم الجمعة کی ایک حدیث کو جس میں امام حسن بصری کا عنعنہ موجود ہے حسن تسلیم کرتے ہیں (صحیح ابی داؤد جزء اول صـ۷۲ حدیث نمبر ۳۴۱)۔ بات صاف ہے کہ البانی صاحب نے سکتتین کی حدیث کو ضعیف اس لئے کہا کہ وہ ان کے مذہب کے خلاف ہے اور جمعہ کے دن ترک غسل کی حدیث کو حسن اس لئے کہا کہ وہ ان کے مذہب کے مطابق ہے۔ بہر حال جب البانی صاحب نے حسن بصری کے عنعنہ کے باوجود حدیث کو حسن تسلیم کر لیا تو اب ان کے نزدیک بھی حدیث سکتتین ضعیف نہیں رہی بلکہ حسن ہو گئی۔

کاش ہمارے مخالفین تعصب کو خیر باد کہہ کر انصاف کے تقاضے پورے کریں اور سکتتین کی حدیث کی تصحیح کا اعلان فرمائیں۔

اعتراض نمبر ۳

البانی صاحب لکھتے ہیں :۔ اگر سکتہ کی حدیث صحیح ہو تو یہ تمہارے خلاف ہے اس لئے کہ حدیث میں دوسرا سکتہ پوری قرأت کے بعد ہے اور تم سورۂ فاتحہ کے بعد سکتہ کرتے ہو (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة جلد ۲ صـ۲۵)

جواب یہ اعتراض شافعیوں پر ہو سکتا ہے۔ ہم پر نہیں اس لئے کہ ہم تو پوری قرأت کرنے کے بعد سکتہ کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۴ البانی صاحب لکھتے ہیں: اس کے متن میں اضطراب ہے۔ کسی روایت میں دوسرا سکتہ سورۂ فاتحہ کے بعد ہے اور کسی روایت میں دوسری سورت کے بعد ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ جلد۲ صہ ۲۵ ملخصًا)

جواب اس کا جواب البانی صاحب نے خود دے دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

وهذه الرواية الأخيرة هي الصواب في الحديث لو صح لانه اتفق عليها اصحاب الحسن يونس واشعث وحميد الطويل (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة جلد۲ صہ ۲٦)	اور حدیث کا متن اگر صحیح ہو تو دوسری سورت کے بعد سکتہ کرنا ہی صحیح ہے اس لئے کہ اس پر حسن بصری کے اصحاب یونس، اشعث اور حمید نے اتفاق کیا ہے۔

مزید برآں قتادہ کی روایت میں بھی دوسرا سکتہ قرأت کے بعد ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد دوسرا سکتہ کرنے کا ذکر حدیث کے متن میں نہیں ہے۔ یہ قتادہ کی رائے یا قیاس ہے جو حجت نہیں خصوصًا ایسی صورت میں کہ حسن بصری کے دوسرے اصحاب کی روایتیں اس قیاس کی تردید کرتی ہیں۔

الغرض حدیث کے متن پر اضطراب کا اعتراض غلط ہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی کی خلاف ورزی

جو لوگ امام کے سکتوں میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ امام کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہتے ہیں وہ قرآن مجید کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں اور حدیث شریف کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا — اور (اے ایمان والو) جب قرآن (مجید)

لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ (الاعراف ۔ ۲۰۴)	پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنا کرو اور چپ رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۔

مندرجہ بالا فرمانِ الٰہی کا منشاء یہ ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموشی کے ساتھ اُسے غور سے سنتے رہنا چاہئے ۔ ہمارے مخالفین کے ہاں قرآن مجید پر عمل یا اس سے استدلال کم ہی ہوتا ہے ہاں امام بخاری کے تراجم ابواب سے ایسا استدلال کرتے ہیں جیسا کتاب وسنّت سے کرنا چاہیئے ۔ اس پر تقلید ہی کی تعریف صادق آتی ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَ اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۷۳)	اور جب امام پڑھا کرے تو خاموش رہا کرو ۔

یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے ۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ بھی روایت کرتے ہیں اور امام مسلم اسے صحیح قرار دیتے ہیں ۔

مندرجہ بالا آیت اور احادیث پر عمل مفقود ہے ۔ اس آیت اور ان احادیث پر عمل صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ امام کے دو سکتے تسلیم کئے جائیں اور ان میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے ۔

امام بخاری لکھتے ہیں :۔

وکان ابوسلمۃ بن عبد الرحمٰن ومیمون بن مہران وغیرھم و سعید بن جبیر یرون القراءۃ عند سکوت الامام الی نون نحبذ لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب	ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، میمون بن مہران وغیرہم اور سعید بن جبیر امام کے سکوت کے وقت قرأت کرنے کے قائل ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی"۔ اس طرح (یعنی امام کے سکتہ میں

فتکون قراءته فاذا قرء الامام انصت حتی یکون متبعا لقوله تعالیٰ فاستمعوله وانصتوا فیستعمل قول اللہ تعالیٰ ویتبع قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جزء القراءۃ للامام البخاری ص۱۱)

سورۂ فاتحہ پڑھنے سے) مقتدی اللہ تعالیٰ کے فرمان "جب قرآن مجید پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو" کا بھی متبع ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی) کا بھی متبع ہوگا۔

امام بیہقی تحریر فرماتے ہیں:۔

قال الامام احمد رحمہ اللہ وفی حدیث سمرۃ کان یسکت قبل القراءۃ وبعدھا۔ قال البخاری فاذا قرأ فی سکتۃ الامام لم یکن مخالفا لحدیث ابی خالد لانہ یقرء فی سکتات الامام فاذا قرأ انصت (کتاب القراءۃ للامام البیہقی ص۹۱)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیثِ سمرۃؓ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت سے پہلے اور قرأت کے بعد سکتہ کیا کرتے تھے۔ (امام) بخاری فرماتے ہیں جب مقتدی امام کے سکتے میں پڑھے گا تو ابو خالد کی حدیث (جب امام پڑھے تو خاموش رہو) کا مخالف نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ امام کے سکتات میں پڑھ رہا ہے اور جب امام پڑھتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔

الغرض اس طرح پڑھنے سے نہ قرآن مجید کی آیت (فاستمعوا لہ وانصتوا) اور حدیث (اذا قرأ فانصتوا) کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور نہ حدیث (لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب) کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ سب پر بہ یک وقت عمل ہوتا ہے۔

امام بیہقی کے مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ امام احمد اور امام بخاری کے نزدیک سکتتین کی حدیث ثابت ہے جب ہی تو وہ اس حدیث پر عمل کرنے کی تاکید

کر رہے ہیں اور قرآن مجید اور حدیث کی مخالفت سے روک رہے ہیں۔

یہ تطبیق کی کتنی اچھی صورت ہے۔ افسوس کہ مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی قرأت کو واجب قرار دینے والوں اور سورۂ فاتحہ کی قرأت سے روکنے والوں نے باوجود امام بخاری وغیرہ کی صراحت کے اس تطبیق کو اختیار نہیں کیا اور آج تک اختلاف کر رہے ہیں۔ ایک جماعت قرآن مجید کی خلاف ورزی کر رہی ہے اور ایک جماعت حدیث کی خلاف ورزی کر رہی ہے حالانکہ مذکورہ بالا تطبیق کی صورت میں قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں پر بہ یک وقت عمل ہو سکتا ہے۔ ایک کو چھوڑنا اور ایک پر عمل کرنا یہ بھی کوئی اسلام ہے۔

سکتتین کی حدیث کے شواہد

(۱) حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ

انه كان يقرء خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انصت فاذا قرأ لم يقرأ فاذا انصت قرأ (كتاب القراءة للامام البيهقي ص۸۶)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوتے تھے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تو وہ نہیں پڑھتے تھے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوتے تو وہ پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ

انهم كانوا يقرؤن خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انصت فاذا قرأ لم يقرؤا واذا انصت قرؤا (كتاب القراءة

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوتے تھے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

للامام البیہقی ص ۶۹)	پڑھتے تو صحابہ کرام نہیں پڑھتے تھے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوتے تو صحابہ کرام پڑھتے تھے۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سکتے بالبداہت ثابت ہو رہے ہیں۔

اعتراضات ۱ مندرجہ بالا حدیث کی سند میں ایک راوی "ابو الصلت" ہے جو متکلم فیہ ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب "ابو الصلت" صرف دوسری حدیث کی سند میں ہے۔ پہلی حدیث کی سند میں نہیں ہے لہذا پہلی حدیث ضعیف نہیں ہے، بالکل صحیح ہے۔

دوسری حدیث کی سند میں اگرچہ "ابو الصلت" ضعیف ہے لیکن سب کے نزدیک ضعیف نہیں ہے۔ امام یحیٰی بن معین اور امام ابو سعید الہروی نے ابو الصلت کو ثقہ کہا ہے لہذا دوسری حدیث بھی حسن کے درجہ سے نیچے نہیں جائے گی اور کیونکہ حسن حدیث بھی مقبول ہوتی ہے لہذا پہلی اور دوسری دونوں حدیثیں مقبول ہوگئیں، کوئی بھی مردود نہیں رہی۔ مزید برآں اگر حدیث صحیح ہو تو ایک ہی کافی ہے۔ کیونکہ پہلی حدیث صحیح ہے لہذا عمل کے لئے وہی کافی ہے۔

امام بیہقی اور مندرجہ بالا احادیث امام بیہقی نے مندرجہ بالا دونوں حدیثوں کو صحیح کہا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

فلقراءة الماموم فاتحة الكتاب فی سكتة الامام شواهد صحيحة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جدّه (كتاب القراءة للامام البیہقی ص ۵۵ مطبوعہ پرنٹنگ ورکس دہلی)	مقتدی کا امام کے سکتہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ کی سند سے روایت کردہ صحیح شواہد سے (ثابت) ہے۔

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی کے نزدیک دوسری حدیث بھی حسن نہیں بلکہ صحیح ہے۔

علامہ البانی کی عجیب وغریب چالاکی البانی صاحب لکھتے ہیں :۔

ابن عمیر هذا متروك شديد الضعف (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ۲/۴۲۰)	ابن عمیر متروک ہے۔ شدت کے ساتھ ضعیف ہے۔

آگے لکھتے ہیں :۔

ونحوه المثنى ابن الصباح فقد ضعفه الجمهور من الائمة (حوالہ مذکور)	اور ایسا ہی مثنی ابن الصباح کا حال ہے۔ اس کو جمہور ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔

آگے لکھتے ہیں :۔

واما ابن لهيعة فهو معروف بالضعف (حوالہ مذکور)	اور ابن لہیعہ تو وہ ضعف میں معروف ہی ہے۔

البانی صاحب کی چالاکی کی حقیقت البانی صاحب نے ابن عمیر، مثنی اور ابن لہیعہ پر جرح کی ہے۔ امام بیہقی نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہ تینوں راوی ضعیف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

محمد بن عبد الله بن عمير وان كان غير محتج به وكذلك بعض من تقدم ممن رواه عن عمرو بن شعيب فلقراءة المأموم فاتحة الكتاب فى سكتة الامام شواهد صحيحة عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده (كتاب القراءة	اگرچہ محمد بن عبداللہ بن عمیر سے حجت نہیں لی جاتی اور اسی طرح بعض ان راویوں سے جنہوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے جن کا حال پہلے گذر چکا ہے حجت نہیں لی جاتی لیکن امام کے سکتہ میں مقتدی کے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے صحیح شواہد عمرو بن شعیب کی روایت

للامام البیهقی صفحہ ۵۵) سے موجود ہیں۔

امام بیہقی نے خود ان تینوں راویوں کی روایت پر جرح کی، ان سے حجّت نہیں لی تو البانی صاحب نے ان کا ضعف بیان کر کے کونسا کارنامہ انجام دیا۔ البانی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی نے تو ان تینوں کی روایت کو صحیح تسلیم کیا لیکن وہ اس کا ضعف ثابت کر رہے ہیں۔ امام بیہقی نے ان تینوں کی روایت کو ضعیف تسلیم کرنے کے بعد لکھا کہ دوسرے شواہد صحیح ہیں۔ امام بیہقی نے ان تین ضعیف راویوں کی روایتوں کو صحیح نہیں کہا۔ انہوں نے تو ان روایتوں کو صحیح کہا جن میں ان تین راویوں میں سے ایک بھی راوی نہیں اور یہ روایتیں ہم صفحہ ۱۹ پر نقل کر چکے ہیں اور وہ بالکل صحیح ہیں۔

البانی صاحب اُن روایتوں کی تضعیف کر رہے ہیں جن کو ہم نے پیش ہی نہیں کیا۔ جن روایتوں کو ہم نے پیش کیا ان کی تصحیح یا تضعیف سے اعراض کر رہے ہیں اور ان کی تضعیف کریں بھی کیسے جبکہ امام بیہقی جیسے امام نے ان کو صحیح کہا۔ البانی صاحب لکھتے ہیں :۔

واما الشواهد التی اشار الیه البیهقی فعلی فرض التسلیم بصحتها فهو موقوف (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۲/۴۲۰)	اور اگر وہ شواہد جن کی طرف امام بیہقی نے اشارہ کیا ہے صحیح تسلیم کر لئے جائیں تو وہ موقوف ہیں۔

جن شواہد کی طرف امام بیہقی نے اشارہ کیا ہے امام بیہقی نے ان کو مع سند کے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے، البانی صاحب نے ان کی تضعیف کی طرف توجہ کیوں نہیں دی۔ جن روایتوں کو امام بیہقی نے خود ضعیف کہا البانی صاحب ان روایتوں کا ضعف ثابت کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ اس سے کیا مقصد ہے؟ جن روایتوں کو امام بیہقی نے صحیح کہا وہ ان کا ضعف کیوں نہیں ثابت کرتے۔ بہرحال انہوں نے مذکورہ بالا عبارت میں ان کو صحیح تسلیم کرنے کی جو بات تحریر کی ہے وہ ان کی کمزوری اور جانب داری ہے۔ وہ احادیث بالکل صحیح ہیں۔ صحیح فرض کرنے کی آخر ضرورت ہی

کیا ہے۔ ہاں البانی صاحب کے نزدیک ضرورت ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ قارئین یہ سمجھیں کہ ہیں تو وہ بھی ضعیف لیکن البانی صاحب نے ان کو صحیح مان کر بھی جواب دے دیا ہے۔

البانی صاحب نے ان صحیح احادیث کو بالفرض صحیح تسلیم کیا۔ وہ ان کو ضعیف ثابت نہیں کرسکے لہٰذا انہوں نے ان کو موقوف کہہ کر ٹال دیا۔

کیا البانی صاحب کا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی احادیث کو موقوف کہنا صحیح ہے؟

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکتوں میں پڑھتا تھا۔ کیونکہ پڑھنا حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا فعل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نہیں ہے لہٰذا بقول البانی صاحب حدیث موقوف ہے۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پڑھنا صحابی ہی کا فعل ہے لیکن ہم اُسے موقوف نہیں مانتے۔ (وجہ آگے آرہی ہے)

دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکتوں میں پڑھتے تھے یعنی صحابہ کرام کا پڑھنا صحابہ کرام کا فعل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نہیں ہے لہٰذا بقول البانی صاحب حدیث موقوف ہے۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پڑھنا صحابہ کرام کا فعل ہے لیکن ہم اسے موقوف تسلیم نہیں کرتے۔ (وجہ آگے آرہی ہے)

تعجب ہے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکتوں میں قرآت کرتے تھے لیکن البانی صاحب کے نزدیک صحابہ کرام کا یہ فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کی امامت میں کیا جارہا تھا حجت نہیں افسوس!۔ کیا اس پر کم از کم تقریری مرفوع حدیث کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اگر صحابہ کرام کا پڑھنا ناجائز تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیوں نہیں فرمایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو خبر نہیں ہوئی تو یہ انتہائی لغو ہے۔ اچھا اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں ہوئی تو کیا اللہ عالم الغیب کو بھی خبر نہیں ہوئی۔
تعجب ہے کہ صحابہ کرام کا فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا جارہا ہے نہ مرفوع ہے اور نہ حجت۔ کتنی لغو بات ہے جو کہی جارہی ہے۔ افسوس!

کیا سکتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے یا صحابہ کرام؟

اچھا مان لیا کہ صحابہ کرام کا یہ فعل موقوف ہے لہذا حجت نہیں تو ہم صحابہ کرام کا فعل پیش کب کر رہے ہیں۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل پیش کر رہے ہیں جو کہ حدیث زیر بحث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کرتے تھے۔ کیا یہ سکتے کرنا بھی موقوف ہے؟ کیا سکتے کرنا صحابہ کا فعل تھا؟ پڑھنا اگر صحابہ کرام کا فعل تھا تو سکتے کرنا تو صحابہ کرام کا فعل نہیں تھا۔ سکتے کرنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تھا اور وہ یقیناً مرفوع ہے۔

کیا اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے سکتوں کی سنّت کا احیاء نہیں کریں گے اور تاویلاتِ باطلہ سے حدیثوں کو رد کرتے رہیں گے۔ میدان محشر میں نہ اپنا خود ساختہ نظریہ کام آئے گا اور نہ اپنا مذہب۔ وہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کام آئے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی درحقیقت اسلام ہے۔

الغرض جب احادیثِ مرفوعہ سے جن کی تضعیف البانی صاحب نہیں کر سکے دو سکتے ثابت ہو گئے تو ان کے تعارض میں کسی صحابی کا قول پیش کرنا جیسا کہ البانی صاحب نے کیا ہے سراسر باطل ہے۔ یہ اُس اصول کو توڑنا ہے جس کو وہ خود مسلمہ اصول مانتے رہے ہیں۔ مزید برآں ان آثار میں جو البانی صاحب نے بیان کئے ہیں دو سکتوں کا ذکر ہی نہیں تو وہ متعارض کیسے ہوئے اور اگر متعارض ہوں بھی تو وہ صحیح مرفوع احادیث کے مقابلے میں نہیں مانے جاسکتے۔ ان آثار میں تو یہ ہے کہ امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھا جائے تو کیا البانی صاحب اور ان کے مدّاحین کو بعض صحابیوں کا یہ فیصلہ پسند ہے؟ مزید برآں کسی

بھی صحابی کے اثر میں سوائے حضرت جابرؓ کے سورۃ فاتحہ کا ذکر ہی نہیں۔ حضرت جابرؓ خود قرأت کرتے تھے لہذا ان کے قول و فعل میں تضاد ہے۔ ان کا قول حدیث مرفوع کے مقابلہ میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث پر دوسرا اعتراض

سند عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ضعیف ہے۔

جواب اعتراض یہ ہے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے والد شعیب سے نہیں سنا اور شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمروؓ سے نہیں سنا۔

یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ عمرو نے یقیناً شعیب سے سنا ہے اور شعیب نے یقیناً حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے سنا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں :۔

وقد صح سماع عمرو بن شعیب من ابیہ وصح سماع شعیب من جدہ عبد اللہ بن عمرو (المستدرک للحاکم جزء ۲ صـ۶۷)

عمرو بن شعیب کا اپنے والد سے سننا صحیح ہے اور شعیب کا اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے سننا صحیح ہے۔

شعیب کہتے ہیں :۔

ان رجلا اتی عبد اللہ بن عمروؓ یسألہ عن محرم وقع بامرأۃ فاشار الی عبد اللہ بن عمرؓ..... فذھبت معہ ...... فرجع الی عبد اللہ بن عمروؓ (قال شعیب) وانا معہ..... (قال الحاکم : ھذا حدیث ثقات رواتہ حفاظ وھو کالآخذ بالید

ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس آیا۔ اس نے مُحرِم کے عورت سے صحبت کرنے کے متعلق سوال کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف اشارہ کیا...... (وہ ان کے پاس گیا) میں بھی اس کے ساتھ گیا...... وہ لوٹ کر حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس آیا۔ میں

فی صحتہ سماع شعیب بن محمد عن جدہ عبد اللہ بن عمرو (المستدرک جزء ۲ صـ ۶۵) ورواہ البیہقی فی کتاب المعرفۃ وقال اسنادہ صحیح..... وقال الشیخ فی الامام رجالہ کلہم ثقات مشہورون۔ (التعلیق المغنی لشمس الحق العظیم آبادی۔ دار قطنی جلد ۲ صـ ۳۱)

اس کے ساتھ تھا..... (امام حاکم فرماتے ہیں) اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، حفاظ ہیں اور یہ حدیث شعیب بن محمد کا اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے سننے کی صحت پر ایسی ہے جیسے کوئی ہاتھ پکڑنے والا (ہاتھ پکڑ لے)۔

صاحبِ مرعاۃ لکھتے ہیں :۔

لیست بمرسلۃ ولا منقطعۃ کما توھم ابن حبان ومن وافقہ بل ھی متصلۃ ولا تنحط عن درجۃ الحسن اذا کان الاسناد الی عمرو صحیحا قال الذھبی حدیثہ من قبیل الحسن قال الحافظ فی ترجمۃ عمرو قویۃ علی المختار حیث لا تعارض انتہی وقال النووی ان الاحتجاج بہ ھو الصحیح المختار الذی علیہ المحققون من اھل الحدیث وھم اھل ھذا الفن وعنھم یُؤخذ (مرعاۃ المصابیح حدیث نمبر ۹۹ جزء اول صـ ۱۸۹)

یہ حدیث نہ مرسل ہے اور نہ منقطع جیسا کہ ابن حبان اور جس نے ان کی موافقت کی ہے وہم کیا ہے بلکہ یہ حدیث متصل ہے اور حسن کے درجہ سے کم نہیں جبکہ عمرو تک حدیث کی سند صحیح ہو۔ امام ذہبی کہتے ہیں عمرو کی حدیث حسن کے قبیل سے ہے۔ حافظ ابن حجر عمرو کے ترجمہ میں لکھتے ہیں عمرو کی حدیث مختار یہ ہے کہ قوی ہوتی ہے جبکہ تعارض بھی کسی سے نہ ہو۔ امام نووی فرماتے ہیں: اس حدیث سے احتجاج کرنا صحیح ہے، مختار ہے۔ محدثین میں سے محققین کا یہی مختار ہے اور محدثین ہی (درحقیقت) اس فن کے اہل ہیں اور ان ہی سے (حدیث) کی صحت کے فیصلہ کو) لیا جاتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں :-

قال محمد بن اسمٰعیل رأیت احمد واسحٰق وذکر غیرھما یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب قال محمد وقد سمع شعیب بن محمد من جدّہ عبد اللہ بن عمرو (ترمذی ابواب الصلاۃ باب ماجاء فی کراھیۃ البیع والشراء وانشاد الضلالۃ والشعر فی المسجد جزء ۲ ص ۱۴۱)

محمد بن اسمٰعیل یعنی امام بخاری فرماتے ہیں میں نے احمد اور اسحٰق اور ان کے علاوہ دوسرے اماموں کو دیکھا کہ حدیث عمرو بن شعیب (بن محمد عن جدہ عبد اللہ بن عمرو) سے حجّت لیتے تھے۔ امام بخاری مزید فرماتے ہیں شعیب بن محمد نے عبداللہ بن عمرو سے یقیناً سنا ہے۔

حدیث زیر بحث میں عمرو، عمرو کے والد شعیب، شعیب کے والد محمد اور محمد کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو قابل غور ہیں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہ سے مراد یہ ہے کہ عمرو اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں اور شعیب اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں۔ جدہ میں ہٗ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع ہے نہ کہ عمرو کی طرف۔ جدہ سے مراد محمد نہیں ہیں اس لئے کہ محمد کی تو ایسی حالت میں وفات ہوگئی تھی کہ شعیب بچے تھے۔ شعیب کو ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو نے پالا تھا لہٰذا شعیب اپنے والد سے تو روایت کرہی نہیں سکتے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں اور ان کی دادا سے ملاقات، ان سے سماع اور ان سے روایت کرنا صحیح طور پر ثابت ہے۔ ابتداء میں بعض محدثین نے غلط فہمی سے جدہ میں ہٗ کی ضمیر کا مرجع عمرو کو قرار دیا۔ نتیجۃً جدہٗ سے مراد محمد ہوگئے اور کیونکہ محمد وفات پاچکے تھے لہٰذا ان سے شعیب کی سماعت لایعنی قرار دی گئی یا کسی محدث کو یہ وہم ہوا کہ جدّہ سے مراد حضرت عبداللہ بن عمرو ہیں اور شعیب کی ملاقات اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے نہیں ہوئی لہٰذا حدیث کی سند بہر دو صورت ضعیف ہوئی لیکن یہ دونوں

وہم غلط نکلے۔ محققین محدثین نے ثابت کر دیا کہ عمرو نے اپنے والد شعیب سے سنا ہے اور شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے سنا ہے لہذا حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ ابتداء میں جو غلط فہمی بعض محدثین کو ہوئی تھی تحقیق کے بعد اس غلطی کو پیش کرنا سراسر زیادتی ہے۔

علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں: والتحقيق ان رواية عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده من اصح الاسانيد۔ تحقیق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت اصح الاسانید میں سے ہے (تعلیقات احمد شاکر علی الترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

امام بخاری فرماتے ہیں: احمد بن حنبل وعلی بن المدینی واسحاق بن راھویہ وابا عبید وعامۃ اصحابنا یحتجون بحدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ما ترکہ احد من المسلمین (التعلیقات احمد شاکر علی الترمذی ۲/۱۴۱)

امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی، امام اسحاق بن راھویہ، امام ابو عبید اور ہمارے اصحاب (یعنی اساتذہ) سب اس حدیث سے حجت لیتے ہیں مسلمین میں سے کسی نے اس کو نہیں چھوڑا۔

امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں: اذا کان الراوی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ثقۃ فھو کایوب عن نافع عن ابن عمر۔ اگر عمرو سے روایت کرنے والا راوی ثقہ ہو تو اس سند کا مرتبہ ایسا ہے جیسا مرتبہ ایوب عن نافع عن ابن عمر کی سند کا (التعلیقات علی الترمذی ۲/۱۴۱)

سکتتین کی حدیث میں عمرو سے روایت کرنے والا راوی عبدالحمید بن جعفر ہے اور وہ ثقہ ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح میں اس سے حجت لیتے ہیں۔ الغرض بقول امام اسحق بن راہویہ سکتتین کی حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن البنا الساعاتی لکھتے ہیں: احتج بہ الجمھور ووثقہ النسائی و قال الحافظ ابو بکر بن زیاد صح سماع عمرو عن ابیہ وصح سماع شعیب عن عبداللہ بن عمرو (بلوغ الامانی جزء ۱۵ صفحہ ۱۷۵) اس حدیث سے جمہور محدثین نے حجت لی ہے،

نسائی نے اس کو معتبر قرار دیا ہے۔ حافظ ابوبکر بن زیاد کہتے ہیں عمرو کا سماع اپنے والد سے اور شعیب کا سماع حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔

علامہ ابن الصلاح لکھتے ہیں: وقد احتج اکثر اھل الحدیث بحدیثہ۔ اکثر اہل حدیث یعنی محدثین اس حدیث کو حجت سمجھتے ہیں (مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۵۷)

علامہ ابوعمر بن عبدالبر ایک حدیث پر جو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے لکھتے ہیں:-

ھذا الحدیث معروف مشھور من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حدیث صحیح لا یختلف اھل العلم فی قبولہ والعمل بہ (التعلیقات احمد شاکر علی الترمذی ۲/۱۴۳ بحوالہ کتاب التقصی لحدیث الموطأ ص ۲۵۴-۲۵۵)

یہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے معروف ہے، مشہور ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

رایت علی بن مدینی واحمد بن حنبل والحمیدی واسحاق بن راھویہ یحتجون بہ۔ (دارقطنی جلد ۲ ص ۳۱)۔

میں نے امام علی بن مدینی، امام حمیدی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کو دیکھا کہ وہ اس حدیث سے حجت لیتے تھے۔

دارقطنی کی کتاب البیوع کی ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

قال (بکیر) سمعت عمرو بن شعیب یقول سمعت شعیبًا یقول سمعت عبد اللہ بن عمرو (دارقطنی جلد ۲ ص ۳۱)

بکیر کہتے ہیں میں نے عمرو بن شعیب سے سنا وہ کہتے تھے میں نے شعیب سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے سنا۔

الغرض یہ اعتراض کہ عمرو نے شعیب سے نہیں سنا اور شعیب نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نہیں سنا بے بنیاد اور حقائق کے خلاف ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں :۔

وحدیث محمد بن اسحاق عن عمرو بن شعیب حسن صحیح (ترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان)	محمد بن اسحاق کی روایت عن عمرو بن شعیب حسن صحیح ہے۔

امام ابوداؤد بھی اس سند سے روایت کرتے ہیں اور سکوت فرماتے ہیں (ابو داؤد کتاب الطہارۃ جزء اول ص۲۰)

الغرض عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث بالکل صحیح اور اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

۲ حضرت ابوہریرہؓ اور سکتتین

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

للامام سکتتان فاغتنموا القراءۃ فیہما بفاتحۃ الکتاب (جزء القراءۃ للامام البخاری ص۶۲ وسندہ حسن)	امام کے دو سکتے ہوتے ہیں ان کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کے لئے لوٹ لو۔

البانی صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ اس حدیث کے مطابق عمل کرتے لیکن انہوں نے اس کو موقوف کہہ کر ٹال دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ ایسا بھی موقع آیا کہ حضرت مروان مدینہ منورہ کے امیر تھے۔ مسجد نبوی میں وہی امام تھے تو سوال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے مذکورہ بالا قول میں امام سے مراد کیا حضرت مروان ہیں؟ اگر حضرت مروان ہیں تو کیا حضرت ابوہریرہؓ کے نزدیک حضرت مروان واجب الاتباع تھے کہ ان کے فعل کو وہ بطور حجت پیش کر رہے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوہریرہؓ کے نزدیک بھی واجب الاتباع امام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور ان کے مذکورہ بالا قول میں امام سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام کے لفظ نے

اس حدیث کو مرفوع ہی نہیں کیا بلکہ غور سے دیکھا جائے تو مسلسل بھی کر دیا۔ البانی صاحب کا اپنے نظریہ کی خاطر اس کو موقوف کہہ کر ٹال دینا ناانصافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کرتے تھے اور آپ ہی کی اتباع میں ائمہ مساجد بھی سکتے کرتے تھے اور اسی چیز کو حضرت ابوہریرہ بیان فرما رہے ہیں۔

البانی صاحب کو تسلیم ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حسن حدیث مقبول ہوتی ہے۔ اُس پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ براہ راست ذاتی طور پر سکتتین کی حدیث سے واقف تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ ان سکتات کا مقصد بھی جانتے تھے اور اس کا اعلان بھی کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ان سکتات کا مقصد سانس لینا تھا تو اس کا قیاس یا اس کی رائے اس حدیث کی روشنی میں لغو اور لایعنی ہے بلکہ قطعاً باطل ہے۔

خلاصہ

پہلی حدیث حضرت سمرہؓ کی حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام حسن بصری کو مدلس یعنی کذاب، دھوکے باز کہنا سراسر گستاخی اور فریبِ نفس ہے۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث بھی بالکل صحیح ہے۔ ابتداء میں اس حدیث پر اعتراض کیا گیا تھا لیکن بعد میں تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ شعیب نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرو سے براہ راست سنا ہے لہذا انقطاع کا شبہ رفع ہو گیا اور اس حدیث کی سند صحیح ہو گئی۔

تیسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث بھی صحیح ہے یا کم از کم حسن ہے۔ اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سکتے کرنا اور آپ کے بعد ائمہ مساجد کا دو سکتوں پر مسلسل عمل کرنا ثابت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث سے ان دو سکتوں کا مقصد بھی معلوم ہو گیا محدثین کا یہی مذہب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے لکھا ہے (ص ۱۲)

اب سکنتے نہ کرنے والوں کے پاس سکتے نہ کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہا اور اب امید ہے کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔